بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقش آغاز

ہمارا نظام دعوت و اصلاح امت ارباب فکر و دانش اور اصحاب بصیرت کی نہایت گہری سوچ و بچار کا مستحق ہے۔ بلاشبہ اب تک دینی اقدار اور اسلامی روایات کی جڑیں برصغیر میں بہ نسبت دیگر اسلامی ممالک کے کچھ گہری اور مضبوط رہیں، مگر یہ بات رسمی انجمنوں، اداروں اور جماعتوں یا تنظیموں سے زیادہ اصحاب دعوت و عزیمت کے سوز دروں، جذبات اخلاص قوت اور جوش عمل، پاکیزگیٔ کردار کی منت پذیر رہی۔ اس وقت اخلاقی اور معاشرتی اصلاح کے لئے رسمی طور طریقوں کی نہایت فراوانی ہے۔ لٹریچر کا سلسلہ پورے عالم اسلام میں اتنا کبھی نہیں رہا، جتنا اب ہے۔ صرف عرب ممالک سے آئے دن نکلنے والی مطبوعات وہاں کے پیٹرول سے زیادہ ابل ابل کر دنیا میں پھیل رہے ہیں۔ صحائف اور مجلات کی بہتات ہے، ایک سے ایک بڑھ کر خطیب اور واعظ زور خطابت دکھا رہا ہے۔ دینی مدارس اتنے کبھی نہ تھے جتنے آج ہیں۔ جماعتوں اور تنظیموں کا دور دورہ ہے، گلی گلی اصلاحی اداروں، اور سماجی انجمنوں سے آباد ہے۔ زبانی حد تک راعی سے لیکر رعیت سب اسلام کی حمد و ستائش میں رطب اللسان ہیں۔ تحقیق ریسرچ کے طویل الذیل منصوبوں کی بھی کمی نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس تمام جہاد و جہد کے اثرات کچھ نہ کچھ ظاہر بھی ہو رہے ہیں اور اپنی جگہ ہر چیز کی افادیت مسلم ہے۔ مگر ان تمام مظاہر اصلاح اور رسوم دعوت کے باوجود نتائج نہایت بھیانک شکل میں آرہے ہیں۔ خرابی بھلائی پر اور بدی نیکی پر غالب آتی جارہی ہے۔ معاشرہ کی گاڑی عقائد اخلاق اور آداب معاشرت کے لحاظ سے منزل مقصود کو گم کر چکی ہے اور ہماری یہ تمام کد و کاوش مادیت اور بے دینی کے طوفان کے سامنے تنکوں کا ڈھیر ثابت ہو رہی ہے۔ اس لئے لازمی طور پر یہ تمام امور امت کے ہر سنجیدہ دماغ اور دل بیدار کے لئے سوچنے کے ہیں۔ خرابیوں کا سرچشمہ کیا ہے؟ اگر اسے متعین کیا جائے اور پھر دعوتی کام کو اس کے مطابق مرتب کر لیا جائے تو کام کے نتائج ایسے نہ ہوں ......

اگر بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو ہمارے تمام تعلیمی، دعوتی اور تبلیغی کام ضعف و اضمحلال کی طرف جا رہے ہیں، ان سب چیزوں کو کسی ایک فہرست میں تو سمیٹا نہیں جا سکتا ہے اور نہ

ایک کم سواد کی تنگئ داماں اس کی متحمل ہو سکتی ہے۔ افادیت، اہمیت، اور امت پر پچھلی چند صدیوں میں نہایت گہرے اور دور رس اثرات چھوڑنے کے لحاظ سے خالص اللہ کے توکل پر چلنے والے دینی مدارس پہلے نمبر پر آتے ہیں۔

اس لحاظ سے اسکی موجودہ حالت کیا ہے۔ اس سلسلہ میں معزز معاصر البلاغ کراچی نے تازہ اداریہ میں اپنے نگارشات قلمبند کرتے ہوئے بجا طور پر بڑے اہم سوالات اٹھاتے ہیں۔ چونکہ الحق کا تعلق بھی ایک دینی مدرسہ سے ہے اور ان تاثرات کو ہم اپنے دل کی ترجمانی سمجھتے ہیں۔ اس لئے اپنے حلقۂ قارئین کے اصحاب فکر و بصیرت (خواہ ان کا تعلق قدیم سے ہے یا جدید سے) اور خاص طور سے ارباب مدارس عربیہ کی توجہ بھی ان سوالات کیطرف مبذول کراتے ہوئے ایک اہم دینی ضرورت پر اظہار خیال کی دعوت دیتے ہیں:

"۱۔ ایک عام تاثر یہ ہے کہ ہماری موجودہ دینی درسگاہوں سے مؤثر علمی و دینی شخصیتوں کی تیاری تقریباً بند ہو رہی ہے۔ جناب کی نظر میں اس کے اسباب کیا ہیں۔؟

۲۔ موجودہ دینی مدارس کو دوبارہ مردم خیز اور امت کے لئے زیادہ نفع بخش بنانے کیلئے کون سے اقدامات آپ کی نظر میں ضروری ہیں۔

۳۔ محسوس یہ ہوتا ہے کہ ہماری دینی درسگاہوں میں تعلیم و تعلم کا اصل مقصد نگاہوں سے اوجھل ہوتا جا رہا ہے۔ براہ کرم نشاندہی فرمادیں کہ آپ کی نظر میں یہ مقصد کیا ہے۔ اور اہل مدارس میں اس کا استحضار کیونکر پیدا کیا جا سکتا ہے، جو ان کے فکر و عمل پر اثرانداز ہو سکیں۔"

مدارس عربیہ کے سلسلہ میں یہ چند ایسے سوالات ہیں جن سے صرف نظر کرنا اور انہیں اپنے شبانہ روز غور و فکر کا محور نہ بنانا، پوری ملت کے دینی، علمی اور فکری ضعف و اضمحلال سے بے پروائی برتنے کے مترادف ہے، پچھلی چند صدیوں سے یہی مدارس اور آزاد دینی تعلیم ہی زیادہ تر ہماری حیات جاودانی کے سرچشمے بنے رہے، کارگاہ حیات میں ان کی حیثیت انسانی فیکٹریوں کی رہی اور یہ مدارس علوم نبوت کا ایسا پاور ہاؤس ثابت ہوئے جس کا ایک سرا نبوت محمدی اور دوسرا سرا ملت محمدی سے وابستہ رہا۔ سلسلہ اس کے ذریعہ ملت کی پژمردہ رگوں میں ایمان و یقین کی نئی حرارت دوڑتی رہی اور اسکی ضوافشانی سے الحاد دہریت اور فاسد اعمال و عقائد کی ظلمتیں کافور ہوتی رہیں۔ ان مدارس سے نکلنے والوں میں بہت سی ایسی عبقری شخصیتیں بھی تھیں جن میں ایک ایک کبھی کبھی پوری ملت پر بھاری ہو جاتی اور آج مدارس کے اندرونی ماحول، خارجی اثرات، تربیت اخلاق، علمی رسوخ، کردار و عمل کی بلندی، مقصد سے شیفتگی، اساتذہ اور طلبہ کے

باہمی مخلصانہ روابط، غرض ہر لحاظ سے یہ مدارس اپنی حالت پہ نہیں ہیں، جبکہ نئے حالات کی بنا پر مدارس اور ان میں ایسی چیزوں کی اہمیت رگِ جاں سے بھی بڑھ چکی ہے۔ اس لئے تمام اہلِ علم اور اصحابِ دل حضرات کا اس ضعف و تنزل کے اسباب کی نشاندہی کر کے تدابیرِ اصلاح پر توجہ دینا دین کی ایک اہم پکار پر لبیک کہنا ہوگا ـــــ یہ تو مدارس کا تربیتی پہلو تھا۔

نظامِ تربیت کے علاوہ نظامِ تعلیم اور نصابِ تعلیم بھی مدتوں سے توجہ طلب مسئلہ ہے۔ بلاشبہ موجودہ درسِ نظامی نے اپنے عہد کے لحاظ سے ہمہ گیری اور رسوخ فی العلم اور اس سے زیادہ ماحول اور تربیت کی بدولت ملت کو نابغۂ روزگار افراد دئے، مگر عہدِ جدید اور اس کا علمِ جدید اس نصاب کا دامن نہایت وسیع کرنے کا طلبگار ہے۔ بیسویں صدی نے نہ صرف دیگر علوم بلکہ اسلامی علوم وفنون، تاریخ، اسلامی فلسفہ، فقہ اور قانون سازی، اسلامی علم الکلام عمرانیات، لسانیات، سیاسیات، اقتصادیات، ہر چیز کے متعلق بحث واستدلال غور وفکر اور مطالعہ وتحقیق کے نئے گوشے پیدا کر کے تمام زاویے اور طور طریقے کافی حد تک بدل دئے ہیں۔ پھر اتنے ہمہ گیر اور شاخ در شاخ کہ جب تک کوئی عالم ان سے پوری مناسبت پیدا نہ کرے، وہ جدید علمی دنیا کا پورے شرحِ صدر کے ساتھ چیلنج قبول نہیں کرسکتا۔ اور یہ مناسبت صرف موجودہ نصاب سے پیدا ہونی ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ تاریخ اب ایک منضبط سائنس ہے۔ جغرافیہ علم کی سینکڑوں شاخوں کو اپنے اندر سمیٹ چکا ہے۔ ادب کا میدان علم وثقافت کے تمام اہم شعبوں پر حاوی ہوچکا ہے۔ جدید ادب عربی تحریر وتقریر ہر پہلو سے توجہ طلب بن گیا ہے۔ ریاضی علوم اور طبیعات، ثریٰ سے ثریا تک پہنچ چکے ہیں، منطق، نئی ریسرچ اور بحث واستدلال کی شکل میں مراحلِ تکمیل کو چھو رہی ہے۔ فلسفہ کے کئی مسلمات، مشاہدہ اور تحقیق سے غلط ثابت ہوچکے ہیں۔ نئے مسلّمہ نظریاتی اصول بھی آئے دن بدلتے رہتے ہیں۔ پھر اسلامی علوم وآثار پر کہاں کہاں سے گولہ باری ہورہی ہے۔ اور کن حربوں سے کام لیا جاتا ہے۔ استشراق کے پردہ میں ایک مستقل علمی دنیا اسلام اور اسلامی علوم وشخصیات کو مشقِ ستم بنائے ہوئے ہیں۔ قانون کی تدوین و ترتیب اقوامِ عالم میں ایک مستقل فن بن چکا ہے ـــــ الغرض اس صدی کے علمی تقاضے، علمی زبان، علمی طریقِ کار گویا ہر چیز کہاں سے کہاں پہنچ چکی ہے۔ اسلام اور اس کے اصول ابدی اور غیر متبدل ہیں۔ نہ تحریف کے روادار نہ ترمیم کے، اور نہ تجدد کے۔ مگر علماءِ اسلام کو یہ شرابِ کہنہ جامِ نو میں پیش کرنے کی اہلیت وصلاحیت بہم پہنچانی ہے۔ اس لئے کہ اسلام تو عیسائیت کی طرح میدان سے ہٹ کر عزلت نشینی کو غنیمت نہیں سمجھتا، وہ تو

جامع کامل دین، قوت مقابلہ سے بھرپور اور ہر دور میں نئے جوش اور ولولہ سے معمور رہا ہے۔ اور آنکھیں ملا کر ہر دور کے افکار و نظریات کا چیلنج قبول کرتا چلا آیا ہے۔ اس لئے آج بھی ضرورت ہے کہ علماء کرام اور ہمارے علمی ادارے جدید آلات و وسائل اور علمی اوزار حرب و ضرب سے پوری طرح لیس ہو کر نئے تقاضوں کا سامنا کر سکیں۔ ہمیں ہر دور میں اللہ نے ابوحنیفہؒ، احمد بن حنبلؒ، غزالیؒ، رازیؒ، ابن تیمیہؒ، رومیؒ، ابن رشدؒ، شاہ ولی اللہؒ، محمد قاسم نانوتویؒ جیسے اہل فکر و نظر دیئے جنکی بدولت اسلام آج تک زندہ و تابندہ رہا۔ ضرورت ہے کہ نیا دور بھی اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کر کے یہ امانتِ عظمیٰ پچھلے دور سے بڑھ کر جوش و خروش اور شان بان کے ساتھ اگلی نسلوں تک پہنچا سکے ——— مقابلہ شدید تر ہے اور ہر آنے والی گھڑی وقت کی نزاکتوں میں اضافہ کر رہی ہے جنگ کا محاذ ہمہ گیر ہوتا جا رہا ہے۔ علمی و فکری لحاظ سے نیا سے نیا اسلحہ میدان میں آ رہا ہے۔ اور قرآنِ کریم واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ کی صورت میں پکار پکار کر دعوت تیاری دے رہا ہے۔ الغرض نصاب کے سلسلہ میں بڑی وسعت نظر کے ساتھ جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ تعلیم کی کل مدت کتنی ہونی چاہئے، اس مدت کو کتنے حصوں میں کسطرح تقسیم کیا جائے، اہم اور لازمی مضامین اور اختیاری مضامین کا تعین اور پھر طریقۂ تعلیم کیساتھ مطالعہ، تصنیف و تالیف، موثر ترین دعوت اور اس کا طریق کار۔ الغرض صدہا گوشے ہیں جو بحث و تمحیص کے مستحق ہیں۔

اسے حسنِ اتفاق کہئے یا البلاغ کے اداریہ کے ساتھ توارد فکر کہ علمی و فکری زندگی کے بارہ میں اکابر علماء اور چیدہ چیدہ اربابِ دانش کے تجربات و تاثرات سامنے لانے کے سلسلہ میں الحق نے بھی ایک سوالنامہ روانہ کیا ہے۔ بزرگوں نے ان سوالات کے جوابات دینے کی زحمت فرمائی تو اس سے بھی کافی حد تک موجودہ تعلیمی، مطالعاتی اور تربیتی امور پر روشنی پڑ سکے گی۔ اس سلسلہ میں قارئین حضرات سے بھی التماس ہے کہ کوئی مفید تجویز اور کام کی بات ذہن میں آئے تو تحریر فرما دیں۔ ایسی تجاویز، آراء، احساسات، اور تبادلۂ خیالات، نئے خطوط، اور نقوش اجاگر کرنے میں انشاء اللہ ممد ثابت ہو سکیں گے۔ لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا:

۱۔ آپکو علمی زندگی میں کن کتابوں اور مصنفین نے متاثر کیا اور آپکی محسن کتابوں نے آپ پر کیا نقوش چھوڑے۔ ۲۔ ایسی کتابوں اور مصنفین کی خصوصیات۔ ۳۔ کن مجلات اور جرائد سے آپکو شغف رہا۔ موجودہ صحافت میں کون سے جرائد آپکے معیار پر پورے اترتے ہیں۔ ۴۔ آپنے تعلیمی زندگی میں کن اساتذہ اور درسگاہوں سے خاص اثرات لئے، ایسے اساتذہ اور درسگاہوں کے امتیازی اوصاف جن سے طلبہ کی تعمیر و تربیت میں مدد ملی۔ ۵۔ اسوقت عالمِ اسلام کو جن جدید مسائل اور حوادث و نوازل کا سامنا ہے اس کیلئے قدیم یا معاصر اہلِ علم میں سے کن حضرات کی تصانیف کار آمد اور مفید ثابت ہو سکتی ہیں۔ ۶۔ علمی، فکری اور دینی محاذوں پر کئی فتنے، تخریبی، الحادی، اور تجددی رنگ میں (مثلاً انکارِ حدیث، عقلیت، اباحیت، تجدد، مغربیت، قادیانیت اور ماڈرنزم) مصروف ہیں۔ انکے سنجیدہ علمی احتساب میں کونسی کتابیں حق کے متلاشی نوجوان ذہن کی رہنمائی کر سکتی ہیں۔ ۷۔ موجودہ سائنسی اور معاشی مسائل میں کونسی کتابیں اسلام کی صحیح ترجمانی کرتی ہیں۔ ۸۔ مدارسِ عربیہ کے موجودہ نصاب میں وہ کونسی تبدیلیاں ہیں جو اسے مؤثر اور مفید تر بنا سکتی ہیں۔

——— امید ہے اپنے مفید خیالات سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق